عورت کی عصمت وعفت کی محافظ ۔۔۔ حیا

تحریر: محمود مرزا جہلمی چیف ایڈیٹر ہفت روزہ ''صدائے مسلم'' لاہور

ہمارے پیغمبر آخروا عظم ﷺ کا فرمان ہے: (الحیاءُ من الایمان) ترجمہ: ''حیا ایمان کا جزو ہے''۔ بے حیا کا ایمان ناقص ہے۔ حضور ﷺ کے متعلق اصحابؓ رسول کی رائے تھی: ''آپ نئی دلہن سے بھی زیادہ شرمیلے تھے''۔ مردوزن کی عفت، حیا سے ہے۔ حیا کے بغیر نہ کوئی عفیف ہوسکتا ہے اور نہ کوئی عفیفہ۔ اسلامی سیرت وکردار کا مدار حیا ہے۔ اس کی ابتدا کلام سے ہوتی ہے۔ بے حیائی اور فحش گوئی کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے اسی لئے مومن کی صفات بیان کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے: ''مومن لغو سے اعراض کرتا ہے''۔ کلام کی حیا اتنی بڑی شے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو مجھے اپنی زبان کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں''۔ کلام، حیا کی پہلی سیڑھی ہے۔ کلام کی حیا کے مدارج قرآن پاک میں بیان ہوئے ہیں، بدگوئی، تہمت طرازی، غیبت اور چغلی کو بدترین عادات کہا گیا ہے۔ لگائی بجھائی، ادھر سے سننا اور ادھر پہنچانا زبان کی طہارت کے منافی ہے۔

خیالات کی حیا بھی بہت اہم ہے۔ گندی باتوں کا سوچنا، آخر کار ان کے ارتکاب کا باعث بنتا ہے۔ اس حیا کے قیام کیلئے بہت ہی ضروری ہے کہ صالح فکر لوگوں سے نشست وبرخاست رکھی جائے۔ بدگو لوگوں کی محبت سے غیر ارادی طور پر ہر انسان متاثر ہوتا ہے اور غیر سنجیدہ افکار والفاظ اس کی فکر اور کلام کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اسی طرح فاسد لٹریچر خیالات میں بے حیائی کو جنم دیتا ہے۔ اس ضمن میں یہ احتیاط بھی ضروری ہے کہ کتاب پڑھنے سے پہلے مبتدی اور ناپختہ ذہن کے لوگ مصنف کی عمومی فکر کے متعلق اپنے بزرگوں اور اساتذہ سے مشورہ کرلیں ورنہ گمراہ کن خیالات کے حامل مصنفین اور شعراء فکری حیا کو برباد کرکے رکھ دیں گے۔

اس ضمن میں مبتدی حضرات کو یہ ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ مشاہدہ حق وغیرہ کے قیاسی اور بے سروپا نظریات کے بیان میں ہمارے بڑے بڑے محترم شعراء نے شراب وشاہد اور ساغر ومینا کے حوالے سے ہجرووصال، شب بیداری اور اختر شاری، مجاز سے حقیقت تک کا سفر اور اس قسم کی جعلی واردات کے جو جو قصے بیان کئے ہیں، ان کے پڑھنے سے فکری حیا کی چادر تارتار ہوکر رہ جاتی ہے۔ طلبا کی تو یہ مجبوری ہے کہ وہ ایسے اشعار پڑھتے ہیں۔ ہم ان سے استدعا کریں گے کہ وہ ایسے خیالات سے فکری طور پر متاثر نہ ہوا کریں اور انہیں صرف

ایک ناگزیر برائی کے طور پر پڑھا کریں اور امتحان کے بعد انہیں بھول جایا کریں۔ اس ضمن میں ہر ممکن احتیاط واجب ہے۔ اسلام، علم پر، نافع کی شرط عائد کرتا ہے اور عشقیہ شاعری جس کی تدریس سے خود مدرس شرمندہ ہو جاتا ہے اور بڑی مشکل سے مجاز کو حقیقت تک کا جعلی سفر کراتا ہے، اپنے اندر قطعاً کوئی علمی نفع نہیں رکھتا اور اس کے پڑھنے سیکھنے سے سوائے ایسے ذہنی خلفشار کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوسکتا جس کی تسکین کے سامان دنیائے معصیت میں ہی ملتے ہیں، اردو انگریزی دونوں فلمیں حد درجہ دشمنِ حیا ہیں۔ ان سے مکمل اجتناب ضروری ہے۔ مغربی اثرات کے تحت ہم نے ان کو سبق آموز سمجھ کر قبول کر لیا ہے۔ ہوسکتا ہے، واقعی ان میں کوئی سبق اخلاقی یا معاشرتی پوشیدہ ہو لیکن جنسی اور جسمانی عریانی جس کے نیچے یہ نام نہاد سبق پوشیدہ ہوتا ہے، اس تک رسائی تو محال ہوتی ہے جبکہ جنسی ہیجان شرم وحیا کے بندھن توڑ دیتا ہے۔ فلم اور ڈرامہ میں مخالف جنس کے آزادانہ اور بے پردہ کردار اور ذو معنی جملہ بازی حیا کیلئے سخت نقصان دہ ہے۔ آرٹ کی یہ دنیا حسن وعشق کی بے حجابی اور بے تابی سے آباد ہے۔ ٹی وی کی ایجاد سے خلوتِ خانہ میں رہنے والی مستورات بھی ان مناظر سے محفوظ نہیں رہی ہیں۔ قرآن مجید میں مستورات کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زینت کا اظہار بھی صرف ''اپنی خواتین'' (نساء هن) کے سامنے کر سکتی ہیں ''اپنی خواتین'' صریح حد ہے۔ اس حد سے باہر کی خواتین سے بھی زینت چھپانے کا حکم ہے۔ اس میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ خاندان کے حلقہ سے باہر کی مستورات کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا کہ وہ کس کردار کی مالک ہیں۔ حتیٰ کہ گداگر عورتیں تو عموماً کٹنیاں ہوتی ہیں۔ یہ خواتین خانہ کے حسن و جمال کی داستان اپنے جیسے بدکردار مردوں سے بیان کرتی ہیں۔ یوں عفت مآب پیکرانِ مستور گندی زبانوں پر مذکور ہونے لگتے ہیں۔

ہم یہاں حدیث شریف کا مشہور واقعہ بیان کریں گے۔ حضور ﷺ گھر میں تشریف لائے تو نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتومؓ ازواج مطہراتؓ کے پاس تشریف فرما تھے۔ حضور ﷺ نے ان سے پردہ نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کیا: ''یہ تو نابینا ہیں'' آپؐ نے فرمایا: ''مگر تم تو نابینا نہیں ہو''۔ اس واقعہ شریفہ سے ہم یہ استنباط کرتے ہیں کہ مسلمان مرد وزن پر ٹی وی کی سکرین یا اخبارات ورسائل میں غیر محرم مرد وزن کی ساکت یا متحرک تصاویر کا دیکھنا، یکساں طور پر ممنوع ہے۔ انہی عریاں مناظر کی دید سے وہ جنسی ہیجان جنم لیتا ہے جو خلوتوں کے تقدس کو مجروح کر دیتا ہے۔ وہ بیبیاں جو نماز عشاء سے فراغت پا کر تسبیح ہاتھ میں لے کر ڈرامہ دیکھنے بیٹھ جاتی ہیں، وہ ان باتوں پر توجہ کریں۔ یہ بے پردگی ہے۔ ڈرامے اور فلم کے سارے کردار، ایک سے ایک بڑھ کر، اپنے

منفی اعضا کی نمائش کرتے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ اگر فلم یا ڈرامے کے سارے کردار جنسی عریانی سے معرّیٰ ہوں یا ڈھونڈ ڈھونڈ کر کالے کلوٹے، بدصورت اور کریہہ المنظر کردار کاسٹ کئے جائیں اور ہیرو یا ہیروئن کالے دیو یا کالی چڑیلیں کاسٹ کی جائیں تو پھر کہانی میں پنہاں نام نہاد اخلاقی سبق سیکھنے کیلئے ایک متنفس بھی ٹی وی کے سامنے دوزانو بیٹھ کر تسبیح نہ گھمائے گا۔ سو یہ اخلاقی سبق وغیرہ محض ایک بہانہ ہے اور اصلی غرض جنسی تلذذ کا حاصل کرنا ہے جو کھلی بے حیائی ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی اور علامہ راشد الخیری کے ناول واقعی اصلاحی اور اخلاقی ہیں۔ ہماری بچیاں وہ کیوں نہ پڑھیں اور اسلامی تہذیب و معاشرت کیوں نہ سیکھیں۔ یہ بات تو میں نے سکول، کالج کے حوالے سے لکھی ہے۔ ہمارے لئے ہر قسم کی ہدایت قرآن اور حدیث شریف میں موجود ہے۔ یہی وہ ہدایت ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہمیں ظلمت سے نکال کر نور کی فضا میں لانا چاہتا ہے۔

بے پردگی کا لائسنس کسی کو کسی بھی موقع پر نہیں مل سکتا۔ شادی بیاہ اور دیگر سماجی تقریبات کے موقع پر تو گویا بے پردگی کا پروانہ ہی مل جاتا ہے۔ حسنِ نسواں کو بیوٹی پارلرز کے کارخانہ میں میک اپ کی سان پر چڑھا کر شادی ہالوں میں لا جمع کرنا، دلہن کو اس کی سکھیوں کے غول میں لا کر سٹیج پر نمائش اور سٹیل اور متحرک فوٹو گرافی کے واسطے پیش کرنا اور محرم و نامحرم مووی میکروں کو ان کی ہر ہر زاویے سے پوز لینے کی چھٹی دینا، دراں حالیکہ مردوں کی حریص نگاہیں ان پر مرتکز ہوں اور پھر اس ساری کاروائی کو ''دل کے پردے'' کی غیر شرعی ترکیب کی دلیل پر مباح کہنا کم از کم الفاظ میں بڑی جسارت ہے۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں فلیپر، چست پاجامے، ساڑھی اور بلاؤز، نصف ساقین تک کعبین عریاں، گردن سے نیچے، آگے پیچھے دس انچ تک کا علاقہ قمیص کے بندھن سے آزاد، بلاؤز سے نیچے اسی قدر حصہ جسم ننگا دستِ حنائی مرافق تک عریاں اور زلف مجعّد کی طوالت اور سیاہی شب دیجور کی حکایت کرتی ہو یا بوائے کٹ، یہ سب کچھ اگر حیاداری ہے تو پھر بے حیائی کیا ہے؟ اگر یہ مسلمانی ہے تو پھر کافری کیا ہے؟

؎ رند کے رند رہے ، ہاتھ سے جنت بھی نہ گئی

مغرب کا مرد بڑا مکار ہے۔ وہ خود تھری پیس سوٹ زیب تن کرتا ہے مگر میم صاحبہ کو عریاں رکھتا ہے۔ اب یہی چلن ہمارے مردوں نے اپنا لیا ہے۔ ہم کہتے ہیں مسلمان بیٹی اپنا دفاع خود کرے۔ مردوں کی چالاکی کو سمجھے۔ ان سے اپنے تئیں مستور کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عورت کے نہایت قیمتی لقب سے سرفراز کیا ہے یعنی وہ ایسی متاع گراں مایہ اور جنس ثمین ہے کہ اسے سر سے پاؤں تک مستور رہنا چاہیے مبادا کوئی نظر بد اس کے حسن و جمال پر

پڑ کر اس کی عصمت وطہارت کو مجروح کر ڈالے۔ بدکردار مردوں اور بے حیا عورتوں کی نگاہ اس کے سامانِ عفت کو لوٹ لے۔ نگاہِ بد، اگر گلہائے طہارت پر پڑے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے غلاظت پر پلنے والی مکس غلیظ گلاب کے پھول پر بیٹھ جائے۔ اس لئے ہم دخترانِ اسلام کو ہدایت کرتے ہیں وہ اپنے دامنِ عفت کو اتنا پوشیدہ رکھیں، اتنا پس پردہ رکھیں، اتنا چھپا کر رکھیں کہ کسی بدکار کی نگاہِ ناپاک اسے داغدار نہ کر سکے۔ یہ گندی نگاہیں، گندی مکھیاں ہیں۔ ان سے بچنا فرض ہے۔ قرآن مجید انہیں گھروں کے اندر متمکن کرتا ہے ﴿وقرن فی بیوتکن﴾ قرآن زینت کی نمائش کو بعثت محمدؐ سے پہلے کے دور جاہلیت کی رسم کہتا ہے اور اس سے رک جانے کا حکم دیتا ہے۔ ﴿ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى﴾ یہ نمائش ماڈرن ازم نہیں بلکہ جاہلیت کا عود کر آنا ہے۔ ملازمت پیشہ خواتین، اگر سچی مسلمان ہوں تو ملکی قانون ان کی پردہ داری اور حیاداری کی ضمانت دیتا ہے۔ ہم یہاں مردوں سے بھی التجا کریں گے کہ اپنی حمیت وغیرتِ اسلامی کو زندہ کریں۔ ان کی غیرت، ان کی مستورات کی حیا کی ضامن ہے۔ میرے نزدیک عورت بے حیا نہیں ہوتی بلکہ مرد بے غیرت ہوتے ہیں۔

ہمارے سامنے امید کے چراغ روشن ہیں۔ ہم پرامید ہیں کہ جس قدر اسلامی تعلیمات کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا، اسی قدر ہمارے مردوزن پر پردہ اور حیا کا باہمی رشتہ زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھتے جائیں گے۔ اگر مرد غور کر کے دیکھیں تو بہو بیٹیوں کے اغوا جیسے المناک واقعات کے پیچھے ضرور کہیں نہ کہیں بے پردگی اور مردوزن کی مخلوط نشستوں کا عمل دخل ہوتا ہے۔ مغویات کے ورثا اپنی مظلومیت کا مداوا پولیس سے چاہتے ہیں اور جب ناکام رہتے ہیں تو خودسوزی پر اتر آتے ہیں لیکن ہم یہ کہیں گے کہ مغویات کی چادر عصمت اگر ایک بار تار تار ہوگئی ہے تو قانون اس کی رفوگری نہیں کر سکتا۔ جو ذلت ان پر مسلط ہوگئی ہے، ملزمان کی سزایابی سے وہ مبدل بہ عزت نہیں ہو سکتی۔ ان سب الم ناک حادثات کا علاج اسلام کے دامنِ رحمت میں ہے اور وہ ہے پردہ!

شیطان نے اپنی ذریت کو تمام شعوبِ حیات میں تعینات کر رکھا ہے مگر اس کا اپنا صدر دفتر دل ودماغ میں ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ بدنِ انسانی میں دل ہی بدترین اور دل ہی بہترین عضو ہے۔ دل ودماغ اگر رحمٰن اور رحمانی فکر کے قبضہ میں رہیں تو کرۂ ارض میں سارے فساد مٹ جائیں مگر شیطان کی اولین کوشش ہوتی ہے کہ خواہش وفکر کے ان صدر مقامات پر قابض ہو کر انسان کو غلط راہوں پر چلا دے۔ مثلاً کمیونزم کا فساد برپا کرنے کیلئے اس نے کارل مارکس کے دماغ میں اپنی شیطانی فکر ڈال دی۔ اس ایک شخص کی فکر سے کروڑوں لوگ وجود باری تعالیٰ کے منکر

ہوئے اور کمیونزم نے ستر لاکھ انسانوں کا خون پی کر پہلی کروٹ لی اور ستر سال تک بدترین قسم کی فسطائی حکومت کا پرچم لہرایا۔ اسی طرح آج بھی شیطان اپنی فکر انسانی دل ودماغ میں ڈال رہا ہے اور یہ فکر لٹریچر میں ڈھل کر معصوم اذہان کو گمراہ کر رہی ہے۔ اس لئے میں جوانان اور خصوصاً دخترانِ اسلام کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ محض لٹریچر پڑھنے کے شوق میں فحش لٹریچر نہ پڑھنے لگ جایا کریں۔ تفریح اور وقت گزاری کیلئے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کی فحش نمائی اور فحش نگاری سے محظوظ نہ ہوا کریں اس سے فحش فکر جنم لیتی ہے جو شرم وحیا کو کمزور کر دیتی ہے۔ میں بارہا تأسف کرتا ہوں کہ میں نے سعادت حسن منٹو کے افسانے کیوں پڑھے تھے۔ افسانوی اور رومانوی لٹریچر میں منٹو ایک بڑا نام ہے اہل تنقید کی یہ رائے کہ وہ معاشرتی برائیوں کو ان کی اصلی شکل میں پیش کرتے رہے، قابلِ قبول نہیں ہوسکتی کیونکہ ہمارا رہنما قرآن کہتا ہے: ''اللہ کو یہ پسند نہیں کہ سوائے مظلوم کے کوئی شخص بری بات بالجہر بیان کرے'' اور منٹو مظلوم نہ تھے۔ ادیب بے شک مظلوم کی آواز ہوتا ہے مگر مظلوم ومحروم کی ترجمانی کیلئے فحش نگاری ہی واحد ذریعہ نہیں ہے۔

خواتین کیلئے بے شمار ڈائجسٹ چھپتے ہیں جن کے مطالعہ سے پہلے یہ یقین حاصل کر لینا بہت ضروری ہے کہ ان میں جنس آمیز مواد نہ چھپتا ہو۔ جاسوسی ناول تو کسی بھی طرح درست نہیں ہوتے۔ ان سے بدرجہ اولیٰ پرہیز واجب ہے۔ یہ سراسر تضیع اوقات ہے۔ یہ کوئی علم نہیں دیتے اور تضیع اوقات جائز نہیں۔ ہمیں زندگی کے ایک ایک لمحہ کا حساب دینا ہے۔ ہم یہ ضرور چاہتے ہیں کہ ہماری بچیاں سائنس پڑھیں۔ ڈاکٹر بنیں۔ اسلامیات پڑھیں اور عالم دین بنیں، تاریخ پڑھیں، ریاضی سیکھیں اور پروفیسر بنیں۔ لیکن ایسی تحاریر ہرگز نہ پڑھیں اور ایسے علوم نہ سیکھیں جو حیا سوز اور غیر نافع ہوں۔ ایسی تحاریر سرچشمہ فکر کو ناپاک کر دیتی ہیں اور فاسد فکر آخر کار اس فطری حیا کو مٹا دیتی ہے جو نسوانیت کا جوہر ہے۔ حیا، عورت کی زینت ہے۔ حیا، عورت کا زیور ہے۔ حیا، عورت کی آرائش ہے۔ حیا، اس کا غازہ ہے۔ یہ ایسا غازہ ہے جس کیلئے اسے کسی بیوٹی پارلر میں جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ ایسا میک اپ ہے جس کیلئے اسے کسی مشاطہ کی حاجت نہیں، حسنِ بے حجاب بہت جلد اپنی کشش کھو بیٹھتا ہے جبکہ محجوب حسن کی کشش ابد تک برقرار رہتی ہے۔

عورت رازِ فطرت ہے۔ سرِ نہاں جب منکشف ہو جاتا ہے تو اس کا تجسس مٹ جاتا ہے۔ فطرت کے کتنے ہی راز، متجسس سائنس دانوں نے معلوم کر لئے ہیں اور آج ان کیلئے کوئی تجسس باقی نہیں رہا۔ عورت کی حیا اسے ہمیشہ راز رکھتی ہے۔ اگر وہ حیا کے بندھن توڑ کر بے حجابانہ سامنے آجائے تو اس کی اہمیت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ حیا، مرد وزن دونوں کیلئے یکساں واجب ہے۔ مردوں کو یہ غلط فہمی نہ ہونا چاہیے کہ حیا، صرف عورتوں کیلئے ہے۔ سیدنا عثمان غنیؓ کی حیا سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے وہ کامل الحیاء والایمان کے سرٹیفکیٹ سے سرفراز ہوئے تھے۔ والحمد للہ رب العالمین۔